ان پاکباز نفوس کی عزت وناموس اور ارفع مقام کے تحفظ اور بچاؤ کے لیے خلفاء وشاہانِ اسلام نے ہر فورم پر اقدامات کیے ہیں۔ جو ان کے فرائض منصبی میں بھی شامل ہے۔ نادر شاہ ایران نے تو غیر معمولی اخراجات برداشت کر کے تمام مسلمان اہل سنت وتشیع، افغانستان، ایران، خراسان، ماوراء النہر، عراق، خوارزم، قم، اصفہان اور تبریز وغیرہ کے تمام قابل ذکر علماء، قضاۃ اور مجتہدین کو اکٹھا کیا اور کئی روز تک آپس میں بحث ومباحثہ رہا۔ روضہ امام علی بن ابی طالب ؓ کے پیچھے سائبان میں منعقدہ اس اجلاس میں حضرات صحابہ ؓ پر کیئے جانے والے سب وشتم کو ختم اور بند کرنے کا اعتراف کیا گیا؛ بلکہ " الصحابة كلهم عدول رضى الله عنهم ورضوا عنه " کا برملا اقرار بھی کیا گیا۔ اس موقع پر تمام مسلمانوں میں بے نظیر و بے مثال اتفاق واتحاد طے پا جانے پر خوشیاں دوڑ گئیں۔ اور جامع مسجد کوفہ میں پانچ ہزار سامعین کے سامنے خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت کے مطابق درود وسلام میں رسول اکرم ﷺ کے بعد تعریف وثناء کی گئی۔ اس طرح ۲۵ شوال المکرم ۱۱۵۶ھ بمطابق 1743 بروز بدھ کو منعقد شدہ کانفرنس تیسرے روز بعد از نماز جمعہ بخیر وخوبی اختتام کو پہنچی۔

اس قسم کی قابل قدر کوشش جناب محمد نواز شریف صاحب کی دوسری وزارت عظمٰی کے دور میں متحدہ علماء بورڈ نے متفقہ ایک قرارداد پر دستخط کر کے جس میں خلفائے راشدین، امہات المؤمنین اور اہل بیت اطہار کی اہانت کرنے والے کی سزا چودہ سال قید بامشقت یا جرمانہ یا دونوں طرح کی سزا کی سفارش کی گئی۔

اکتوبر 2010ء میں آیت اللہ خامنائی صاحب کا دیا ہوا فتویٰ بھی قابل ذکر ہے: "ہم سنی العقیدہ بھائیوں کے شعارات ورموز کی توہین کرنے اور نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ پر الزام لگانے کو حرام سمجھتے ہیں۔ جس سے ان کی عزت وآبرو پر حرف آتا ہو۔ مزید برآں انبیائے کرام علیھم السلام بالخصوص سید الانبیاء ﷺ کی کسی زوجہ کی توہین کرنا حرام ہے۔"

❁❁......❁❁

یاد رکھیے: 13 چیز 13 چیزوں کو ختم کر دیتی ہیں

جھوٹ: ...... رزق کو کھا جاتا ہے۔	تکبر: ...... علم کو کھا جاتا ہے۔	توبہ: گناہ کو کھا جاتی ہے۔
غصہ: ...... عقل کو کھا جاتا ہے۔	غم: ...... عمر کو کھا جاتا ہے۔	غیبت: ...... عمل کو کھا جاتی ہے۔
صدقہ: ...... بلا کو کھا جاتا ہے۔	پشیمانی: ...... غلطی کھا جاتی ہے۔	ظلم: ...... عمل کھا جاتا ہے۔
نماز: ...... فواحش کو کھا جاتی ہے۔	روزہ: ...... بے صبری کو کھا جاتا ہے۔	سلام: ...... دشمنی کو کھا جاتا ہے۔
حسد: ...... قلب کو کھا جاتا ہے۔		

[انتخاب: نسیم حیدری متعلم قراقرام یونیورسٹی گلگت]

سوانح علمائے اہلحدیث

بلبل بلتستان حافظ عبدالرحمن بن محمد جان رحمة الله عليه

1895----1958ء

ولادت اور ابتدائی تعلیم: آپ نے موضع سکسا علاقہ چھوربٹ میں ۱۸۹۵ء بمطابق ۱۳۱۳ھ کو آنکھ کھولی۔ آپ کے خاندان کا تعلق دینی پیشوا اور رہبر "اخوند" خاندان سے تھا۔ اور زراعت بھی کرتے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد معظم سے حاصل کی۔ جب بلوغت کو پہنچا تو اہل محلہ نے آپ کا تقویٰ دیکھ کر مسجد کی امامت کے اہم فریضے پر مأمور کیا۔ یہی پیشوائی آپ کا ذریعہ معاش بھی تھا۔

طلب علم کے لیے اسفار کا سلسلہ: جب سولہ برس کی عمر میں قدم رکھا تو گاؤں کے چند افراد کے ساتھ براستہ نالہ چھوربٹ منصوری ڈیرہ دون چلے گئے، جہاں چھوربٹ کے جفاکش مزدور رزق حلال کے حصول میں مصروف تھے۔ یہاں مولوی شیر محمد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مزید تحصیل علم کی ترغیب دی جو آپ کے لیے مہمیز کا کام کرگئی۔ چنانچہ خاک نوردی کرتے ہوئے وزیرآباد میں استادِ پنجاب مولانا عمر وزیرآبادیؒ کے مدرسے میں داخلہ لیا۔ آپ وعظ میں مزاحاً کہا کرتے تھے کہ "میں معاش کو مستحکم کرنے کے لیے دین پڑھنے گیا تھا؛ لیکن اب بجائے لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔" یہاں آپ نے درسِ نظامی شروع کرنے سے قبل ۲۱ برس کی عمر میں کتاب اللہ حفظ کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حفظ کے بعد درس نظامی شروع کیا اور آٹھ سال بعد دستارِ فضیلت و سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔

مابہ الامتیاز وصف: آپ دوران تعلیم ہی میں میدان خطابت کے شہوار بن گئے تھے۔ اس فن میں آپ کو اعجاز لحن داؤدی حاصل تھا کہ جس انداز میں چاہتے، قادرالکلامی کے ساتھ اپنے موضوع پر بے تکلف، رواں اور مسلسل گفتگو کرتے تھے۔ حفظ قرآن کی نعمتِ لازوال نے جستہ جستہ آیات قرآنی سے استدلال اور آرائش کو آسان بنادیا تھا۔ اسی وجہ سے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ حسب منشاو ضرورت خود بخود دماغ میں ترتیب وار کھلتے جاتے تھے۔

وطن مألوف مراجعت: آپ ۲۹ برس کی عمر میں حفظ قرآن و علوم اسلامیہ کی تحصیل واکتساب سے فارغ ہوئے،

تو برادرِ اصغر غلام علی کے ساتھ وار دِ وطن ہوئے۔ گھر پہنچنے کے بعد عمل بالحدیث کا منظر دیکھ کر والدہ معظّمہ کچھ جز بز ضرور ہوئی؛ مگر آپ نے صبر وتحمل کے نرم ونازک ڈھال سے اس متوقع صورتحال پر قابو پالیا۔ لیکن گھر سے باہر کافی شور وغل مچ گیا۔ آمین بالجہر اور پاؤں دھونے کے عمل بالقرآن والحدیث پر اعتراض ہوا تو آپ نے کتاب فقہ احوط سے دونوں مسئلوں کا ثبوت دکھایا۔ جس پر اہالیان سکسا کے نمائندے اور خطیب مولوی عبدالکریم مرحوم نے ان کی حمایت کی، اس سے اختلاف کی گھٹا کسی حد تک چھٹ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ موضع سکسا میں موصوف کی معیت میں مولوی عبدالکریم اور مولوی شیر محمد نے الگ فرض نماز ادا کرنا شروع کردی۔ گویا موضع ہذا میں عمل بالحدیث کا یہ پہلا دن تھا۔

مولانا موصوف فن خطابت میں اپنے دور کا قس بن ساعدہ اور سحبان وائل تھے۔ آپ وادی بلتستان کے دور دراز علاقوں اور قریوں میں دعوت وتبلیغ کے لیے جاتے تھے۔ جن میں طورتک، ٹیاکشی، چھلو، براہ، کھرفق، یوگو، غواڑی، کیریس، شگر، کونیس، بلغار اور سکردو وغیرہ شہر اور قصبے قابل ذکر ہیں۔

آپ کا پسندیدہ موضوع توحید وسنت کی اتباع تھا۔ عوام الناس آپ کے زورِ بیانی، روانی اور جستہ جستہ آیات واحادیث کے انبار لگانے پر مسحور ومخمور ہوجاتے۔ جبھی تو معاصر علماء کرامؒ نے آپ کو "بلبل بلتستان" کا لقب دے دیا تھا۔

موضع غواڑی میں جب مرتب سن شعور کو پہنچا، تو گھر میں والدین اور بزرگ مرد وخواتین کی زبان پر حافظ صاحبؒ کے وعظ وخطابت کا دلآویز تذکرہ اور چرچا تھا۔ غالباً حافظ صاحبؒ بلتستان میں خطیب پنجاب مولانا محمد حسین شیخوپوری مرحوم اور وکیل صحابہ قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی حفظہ اللہ کی طرح رہے ہوں گے۔ آپ کا اصلی نام تو کہیں بعد میں جا کر معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن ہے؛ ورنہ "بوا حافظی" ہی کے عنوان سے معروف ومشہور تھے۔

آپ کے ہم عصر بلتستانی علماء میں مولانا سید ابوالحسن کیریسیؒ، استادِ بلتستان حافظ عبدالصمد بلغاریؒ، عاشق قرآن مولانا عبدالملک بن بوا سلطان علیؒ، شیخ الحدیث وبانی دارالعلوم مولانا محمد موسیٰ بن محمد علیؒ، عبقریِ بلتستان مفتی اعظم حافظ کریم بخشؒ، حامی سنت محمد کثیر چھلویؒ، مناظر اسلام ابوالبرہان عبدالمنان کیریسیؒ اور حکیم وعارف طرز کے شاعر بوا قربان علی طورتکیؒ تھے۔ یہ حضرات بار بار اپنے علاقوں میں آپ کو دعوت دیتے اور آپ جا کر وعظ وتبلیغ کرتے۔ حالانکہ یہ سب اپنے طور ممتاز علمائے دین گوناگوں خصوصیات کے حامل اور مردانِ آہن تھے: لیکن یہ بھی تو اپنی جگہ ایک حقیقت ہے:

؎ "ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است"

کاروبار اور دعوت وتبلیغ ساتھ ساتھ: آپ نے مدرسہ وزیرآباد سے واپسی کے ایک سال بعد مولوی عبدالرحیم مرحوم کی چھوٹی صاحبزادی کے ساتھ عقد نکاح کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد حسب دستور الگ گھر میں منتقل ہوئے۔ اب خانگی ذمہ داریوں سے بطریق احسن نبردآزما ہونے کے لیے آپ نے محدثین وعلماء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کاروبار کا سلسلہ شروع کیا۔ سال میں دو دفعہ علاقے کے تاجر حضرات کے ساتھ لیہ لداخ جاتے اور وہاں سے لدّاخی نمک ودیگر ضروریات زندگی خرید کر گھوڑے پہ لے آتے اور مناسب نرخوں میں چھوربٹ وغیرہ علاقوں میں فروخت کرتے۔

آپؒ اس تجارتی سفر کے دوران بھی موقع کی تاک میں رہ کر دعوت وتبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ نوبراہ کے ایک ممتاز خاندان کے سربراہ چشمیہ کوٹھی دار سے ملاقات ہوئی۔ وہ پند ونصائح سے متأثر ہو آپ کے عقیدتمندوں میں شامل ہوا۔ اکثر وبیشتر سردیوں میں ان کے اصرار پر نوبراہ تشریف لے جاتے اور شب وروز وعظ وتبلیغ میں مگن رہتے۔

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس دہلی نے آپ کے شاندار دینی کارناموں کو سراہتے ہوئے مبلّغ ومبعوث مقرر کیا۔ تاکہ فکرِ معاش سے بے نیاز ہو کر دعوت وتبلیغ میں مگن ہوسکیں۔ بطور مشاہرہ مبلغ دس روپے آپ کو بلاناغہ ملتے رہے۔ اس طرح "من كان الله كان الله له" کی ضمانت پوری ہوئی۔

قیامِ پاکستان میں آپؒ کے مساعی: وطن عزیز بلتستان کو آزاد کرانے میں آپ نے دیگر مذاہب اسلامیہ کے علماء کے دوش بدوش شاندار تبلیغی خدمات بجالائیں۔ آپ کی حسن کارکردگی سے متأثر ہو کر یہاں کے حاکم اعلیٰ جناب بہرام خان پولیٹیکل ایجنٹ نے آپ کو سرکاری مبلغ نامزد کیا۔ مزید برآں موصوف نے آپ کی امانت ودیانت کی قدر کرتے ہوئے علاقہ چھوربٹ کے غرباء ومساکین میں سرکاری نمک اور امدادی کپڑوں کی تقسیم کے لیے انتخاب فرمایا۔ بے شک آپ اس حوالے سے "قوی اور امین" تھے۔

اخلاق حسنہ: حافظ مرحوم بلا امتیازِ مذہب ومسلک ہر واقف وناواقف سے نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقہ ارادت میں تمام مذاہب کے علماء ومعتقدین شامل تھے۔ بروپیشانہ روش، ادائے فرض میں احساس ذمہ داری، خوش طبعی اور وسعت ظرفی آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ ارشاد نبوی "وخالق الناس بخلق حسن" کی عملی تفسیر تھے۔ ناانصافی، تکبر، غرور، لالچ، حسد، کینہ، استبداد، غلاظتِ لسانی سے ایسا دور بھاگتے جیسے انسان شیر سے بھاگتا ہے۔ اور یہ ایسی مہلک اور پچھاڑنے والی صفات ہیں جو بہتوں کو گھائل کر چکی ہیں۔ لیکن صد افسوس کچھ حضرات ان